مشیّتِ ایزدی کی کارفرمائی

شیر شاہ سُوری کے سوانح حیات

تمہید | ذیل میں شیر شاہ سوری کے سوانح حیات درج کئے جاتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ مشیّت ایزدی کی بدولت ایک معمولی جاگیردار کا بیٹا انجام کار ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔

مذہب، فلسفہ، کلام، منطق، تصوّف اور ادب کا مطالعہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہو کر شروع کیا اور وہ بھی اپنی زندگی کے مخصوص حالات کی بنا پر، لیکن تاریخ کے مطالعہ کا مجھے بچپن سے شوق ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ شوق میری گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ میری طبیعت کو اس فن سے خاص مناسبت ہے یہی وجہ ہے کہ جب میں فلسفہ کی خشک[1] بحثوں سے تنگ آجاتا ہوں۔ تو کچھ دیر کے لئے تاریخ کے دامن میں پناہ لے لیتا ہوں۔

تاریخ کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ء میں منکشف ہوئی تھی —— اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اس کی توثیق ہوتی رہی —— کہ یہ ساری کائنات، سالمات سے لیکر اجرام فلکی تک اور مورِ بے مایہ (چیونٹی) سے لے کر انسان تک اور ایک گدائے بے نوا سے لے کر قیصر و کسریٰ تک، ایک ایسی عظیم الشان ہستی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جس کی مشیّت یا ارادے کے سامنے ہر شئے عاجز اور سرنگوں ہے۔ عارفوں نے اس ہستی کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے نام سے پکارا۔ عامیوں نے اسے اپنے اپنے قیاس و ظن کے مطابق مختلف ناموں سے تعبیر کیا۔ مثلاً ارسطو نے اسے علتِ تامہ قرار دیا، افلاطون نے اسے خیرِ اعلیٰ سمجھا، فلوطین نے الواحد کہہ کر تشفی کی۔ شری شنکر نے ست (حقیقت) کہہ کر دل کو تسلی دی، اسپنوزا نے اسے جوہر سے تعبیر کیا، لائبنز اسے

---

[1] یہ لفظ میں نے دانستہ استعمال کیا ہے کیونکہ چالیس سال تک فلسفہ اور کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی کسی مسئلہ کا تشفی بخش حل نصیب نہیں ہوا۔ واقعی سچ کہا تھا اکبر الٰہ آبادی نے :-

عقل کو کچھ نہ ملا علم میں حیرت کے سوا
دل کو بھایا نہ کوئی رنگ محبت کے سوا

ان سے بھی صدیوں پہلے عارف شیرازی نے اس حقیقت کو یوں بے نقاب کر دیا تھا۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

الجوہرالفرد' (MONAD) کہتاہے فختے نے اسے انا سے موسوم کیا۔ ہیگل نے اسے مطلق سے تعبیر کیا۔ شوپن ہاور نے اسے ارادہ کہا۔ اسپنسر اسے غیر ممکن الفہم مطلق کہتا ہے۔ خلاصۂ کلام اینکہ :-

آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا — ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے — انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا (حالی مرحوم)

آفتاب عالمتاب سے لیکر ادنیٰ سے ادنیٰ ذرّہ خاک تک ہر شئ اسی کے اشاروں پر رقص کر رہی ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ جب وہ کسی کو سربلند کرتا ہے تو :-

(۱) اس کے دل میں سربلند ہونے کا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور

(۲) ماحول کو اس کے لئے سازگار یا موافق بنا دیتا ہے اور

(۳) اسے کامیابی کے طریقے سمجھا دیتا ہے اور

(۴) اس کی راہ سے تمام موانع اور روکاوٹیں دور کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ شخص کامیاب ہو جاتا ہے۔ ظاہر بیں یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے اپنی ذاتی قابلیت سے کامیابی حاصل کی۔ لیکن جو لوگ "تہ سے آشنا ہوتے ہیں" وہ خوب جانتے ہیں کہ اس کی یہ کامیابی محض مشیتِ ایزدی کا ایک کرشمہ ہے ذرا غور کیجئے :-

دارا شکوہ کے پاس کس چیز کی کمی تھی ؟ سارے مادّی وسائل موجود تھے۔ مگر جب اس نے اورنگ زیب کا مقابلہ شروع کیا۔ تو ابتدا سے لے کر انتہا تک قدم قدم پر غلطی کی۔ اس نے جو تدبیر کی وہ اپنی دانست میں صحیح اور مناسب سمجھ کر ہی کی۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ اس کی ہر تدبیر الٹی ہو گئی۔ مثلاً

(۱) باپ نے سمجھایا کہ اس وقت سلیمان شکوہ کو شجاع کے مقابلے میں مت بھیجو مگر اس نے باپ کا مشورہ قبول نہیں کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے بہادر بیٹے کی امداد سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گیا۔ سلیمان شکوہ انتہائی کوشش کے باوجود اس کے پاس نہ پہنچ سکا۔

(۲) سموگڑھ کے معرکہ میں شکست کھا کر جب دارا شکوہ آگرے واپس آیا تو باپ نے پیغام بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ۔ میں خود فوج لے کر اورنگ زیب کے مقابلہ پہ جاؤں گا۔ لیکن بقول مورخین اس کی تقدیر اس سے برگشتہ ہو چکی تھی۔ اس لئے اس نے باپ کی آغوش پر آوارہ گردی کو ترجیح دی اور راتوں رات آگرے سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی تفصیل اس رسالے کے اوراق میں درج ہو چکی ہے۔ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہا۔

اس کے مقابلے میں شیر شاہ سوری کے پاس کیا تھا ؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ ایک معمولی شخص کا بیٹا تھا۔ لیکن مشیت ایزدی یہ تھی کہ وہ ہندوستان کا بادشاہ بنے۔ اس لئے قدرت نے کامیابی کے سارے سامان مہیا کر دیئے۔ اس سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ جو تیر بھی چلایا، نشانہ پر ٹھیک بیٹھا۔ جو تدبیر بھی کی راست آئی۔ زندگی کے ہر مرحلہ میں اسے جس چیز کی ضرورت ہوئی قدرت نے خود وہ چیز اسے عطا کر دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہمایوں کو شکست دے کر ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔

عام طور سے مورخین جب تاریخی واقعات قلم بند کرتے ہیں۔ تو حسب دستور ہر واقعہ اور حادثہ کے طبعی اور مادّی اسباب بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ مورخ کے لئے خدا پرست ہونا ضروری نہیں ہے مگر شیر شاہ سوری کا تذکرہ کرتے وقت ڈاکٹر تری پاٹھی اور

دوسرے مورخین نے بار باراس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ تقدیر نے ہر قدم پر شیر شاہ کا ساتھ دیا اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان پر اپنی عاجزی اور بیچارگی پوری شدت کے ساتھ منکشف ہوجاتی ہے اور اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ ساری کائنات مشیت ایزدی کے سامنے سربسجود ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی حقیقت کو یوں واضح کیا ہے :۔

مفت کیوں اپنی جان کھوتا ہے!

جو خدا چاہتا ہے، ہوتا ہے!

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم شیر شاہ سوری کے سوانح حیات بیان کرتے ہیں۔

ولادت شیر شاہ سوری کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ اس کا دادا ابراہیم خاں، سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں افغانستان سے ترک وطن کرکے بہار میں آباد ہوگیا تھا۔ ابراہیم کا بیٹا حسن خاں پانچ سو شواروں کا افسر تھا۔ اس لئے اسے سہسرام، حاجی پور اور ٹانڈہ میں جاگیر ملی ہوئی تھی۔ مختلف بیویوں سے اس کے آٹھ بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام فرید خاں تھا چونکہ وہ ایک معمولی آدمی تھا اور اسے اس بات کا گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ فلک کج رفتار کے بجائے سوتیلی ماں کے ہاتھوں ستایا ہوا یہ لڑکا ایک دن ہندوستان کا بادشاہ ہوجائے گا۔ اس لئے اس نے اس کی تاریخ پیدائش نہ دل پر لکھی نہ کسی کتاب میں۔ لیکن قیاس یہ کہتا ہے کہ فرید خاں ۱۴۸۶ء کے لگ بھگ پیدا ہوا ہوگا۔

فرید خاں کی سوتیلی ماں نے کیکئی (رام چندر جی کی سوتیلی ماں) کی طرح اس خوش قسمت نوجوان کو گھر سے نکلوا دیا۔ یہ مرد کی فطرت ہے کہ جب وہ بڑھاپے میں تیسری یا چوتھی شادی کرتا ہے تو عمر کے فرق کو اس نووارد کی اطاعت کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ سوتیلی ماں نے تو اپنی دانست میں اپنے بیٹے کی راہ سے کانٹا دور کر دیا۔ لیکن

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

جب فرید نے دیکھا کہ باپ، کمسن بیوی کی محبت میں عدل و انصاف سے بیگانہ ہوچکا ہے تو اس کی غیرت مند طبیعت نے اس کے پاس قیام کرنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کے مربی جمال خاں کے پاس چلا گیا جو اس وقت صوبہ جونپور کا گورنر تھا۔ سوتیلی ماں کا ظلم و ستم اور باپ کی بے اعتنائی دونوں مل کر فرید خاں کے حق میں آیۂ رحمت بن گئیں۔ اگر وہ جونپور نہ آتا تو عربی فارسی کیسے پڑھتا؟ دین سے واقف کیسے ہوتا؟ ایک صوبہ دار کی صحبت کیسے نصیب ہوتی؟ نظم و نسق کا تجربہ کیسے ہوتا؟ سیاست اور ڈپلومیسی کا علم کیسے حاصل ہوتا؟ دنیا اور دنیا والوں کے حالات کے مطالعہ اور مشاہدے کا موقع کیسے ملتا؟ مختصر یہ کہ جاہل باپ کا جاہل بیٹا عالم فاضل بن کر ہندوستان کا بادشاہ کیسے بنتا؟ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس آیت میں :۔

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (۲۔ ۲۱۶)

اور یہ ممکن ہے کہ تم اپنی دانست میں ایک چیز کو اپنے حق میں برا سمجھو اور وہ آگے چل کر تمہارے حق میں اچھی ثابت ہو۔

جونپور اس زمانے میں علم و فن کا مرکز تھا۔ مورخین نے اس شہر کو اس لحاظ سے "شیراز ہند" قرار دیا ہے۔ چونکہ فرید خاں بہت ذہین اور محنتی تھا۔ اس لئے اس نے عربی اور فارسی، ادبیات، دینیات، اسلامیات اور تاریخ میں بہت بلند مقام حاصل کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حسن خاں اپنے مربی سے ملنے آیا تو جمال خاں نے اس سے کہا کہ یہ لڑکا آگے چل کر بہت بڑا آدمی ہوگا۔ اس لئے اس کے

ساتھ بے اعتنائی اچھی نہیں ہے۔ افسر کی یہ بات ماتحت کی سمجھ میں آگئی اور باپ اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی جاگیر کا منتظم مقرر کر دیا۔

فرید خاں نے جاگیر کا ایسا اچھا انتظام کیا کہ آمدنی بھی دُگنی ہو گئی اور کاشتکار بھی مرفہ الحال اور فارغ البال ہو گئے۔ کیوں نہ کرتا؟ اس کے لئے تو سارے ہندوستان کے کاشتکاروں کو سرسبز کرنا مقدر ہو چکا تھا! مگر سوتیلی ماں کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی کہ سوت کا بیٹا، باپ کا منظورِ نظر بن جائے اس لئے اس نے چکنی چپڑی باتیں بنا کے نفس پرور شوہر کو مجبور کر دیا کہ جاگیر کا انتظام فرید خاں سے لیکر سلیمان خاں (سوتیلے بھائی) کو دے دے۔

فرید خاں دوبارہ گھر سے نکلا اور اس مرتبہ تقدیر اسے بہار خاں کی خدمت میں لے گئی جو دریا خاں لوہانی کا بیٹا تھا اور صوبۂ بہار کا گورنر تھا۔ ایک دن صوبہ دار فرید خاں کو ساتھ لے کر شکار کھیلنے گیا۔ راہ میں اچانک ایک خوفناک شیر نے صوبہ دار پر حملہ کیا مگر فرید خاں نے اپنی شمشیر آبدار کے ایک ہی وار سے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ اور جب صوبہ دار کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اس نے فرطِ مسرت میں فرید خاں کو "شیر خاں" کا خطاب عطا کیا۔ یہی خطاب آگے چل کر شیر شاہ بن گیا اور لوگ فرید خاں کو بالکل بھول گئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد شیر خاں اور بہار خاں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اس لئے وہ آگرہ پہنچا اور دولت خاں لودی کی سرکار میں ملازم ہو گیا۔ جو اس وقت دوازدہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ یہاں اس نے اسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ دولت خاں کہا کرتا تھا کہ میں شیر خاں کی خدمات سے اس قدر خوش ہوں کہ اس کی کسی درخواست کو رد نہیں کر سکتا۔

جب شیر خاں کے والد نے وفات پائی تو دولت خاں کی سفارش پر سلطان ابراہیم لودھی نے باپ کی جاگیر بیٹے کے نام منتقل کر دی۔ چنانچہ وہ واپس وطن آیا اور کئی سال تک جاگیر کے انتظام میں مشغول رہا۔ مگر اس کے سوتیلے بھائی سلیمان خاں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ شیر خاں کو تیسری مرتبہ وطن چھوڑنا پڑا۔ اس مرتبہ اس نے آگرے پہنچ کر جنید برلاس کی سرکار میں ملازمت اختیار کی اس سردار نے اسے بابر کی خدمت پیش کیا۔ جس نے اسے اپنی فوج میں عہدہ عطا کیا اور اس کی خدمات کے صلہ میں آبائی جاگیر کے علاوہ چند پرگنے اور بھی عطا کئے۔ اسی زمانہ میں ایک قابل ذکر واقعہ رونما ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن بابر نے فوج کے سرداروں کی دعوت کی۔ شیر خاں بھی شریک ہوا اور اپنے مرتبہ کے مطابق بابر سے فاصلہ پر بیٹھا تھا۔ خادم نے ایک بڑی قاب میں آش ماہیچہ اس کے سامنے لا کر رکھا۔ جس کے کھانے کا طریقہ اسے معلوم نہ تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، پیش قبض نکال کر ماہیچے کے بہت سے ٹکڑے کر دیئے اور بے تکلفی کے ساتھ چمچے میں رکھ کر کھانے لگا۔ بابر دور بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے وزیر میر خلیفہ سے کہا۔ "اس افغان سردار کے چہرے سے مجھے بادشاہت کے آثار نظر آتے ہیں"

۱۵۲۸ء میں شیر خاں اپنی جاگیر پر واپس آیا، اور کچھ دنوں کے بعد اس نے سلطان محمود حاکم بہار کی ملازمت اختیار کر لی۔ سلطان نے اسے اپنے نابالغ بیٹے جلال خاں کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد سلطان کی وفات ہو گئی تو جلال خاں کے پردے میں شیر خاں بہار کا حکمران بن گیا۔ چونکہ جلال خاں کو شیر خاں کا یہ طرزِ عمل پسند نہ آیا۔ اس لئے وہ بنگال چلا گیا۔ یعنی شیر خاں کی آئندہ ترقی کا راستہ صاف ہو گیا۔

اب مشیئت ایزدی کا کرشمہ ملاحظہ ہو! انہی باتوں کو دیکھ کر تمام مورخین (ہندو مسلمان اور عیسائی) نے اس بات کا اعتراف

کیا ہے کہ ہر قدم پر اور ہر مرحلہ پر "تقدیر" نے شیر خاں کی امداد کی۔ اگر ایک شخص شیر شاہ سوری اور احمد شاہ ابدالی کی زندگیوں کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ جب خدا کسی ادنیٰ انسان کو بادشاہ بنانا چاہتا ہے تو سارے انتظامات خود کرتا ہے مثلاً جب احمد شاہ ابدالی نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تو اس کے پاس نہ فوج تھی نہ خزانہ اور دنیا جانتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کے بغیر عوام درکنار، انبیاء بھی بادشاہت نہیں کر سکتے۔ چونکہ اللہ میاں کو احمد خاں کو احمد شاہ ابدالی بنانا منظور تھا۔ (کوئی شخص اُن سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ کیوں منظور تھا) اس لئے فوراً اپنے ایک بندے کی معرفت ۳۵ لاکھ روپیہ نقد اس کے پاس بھجوا دیا۔ اسی طرح جب انہوں نے اپنی مشیئت کی رو سے فرید خاں عرف شیر خاں کو بہار کا حکمران بنایا تو روپئے کا بھی فوراً انتظام کر دیا۔ جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

تسخیر قلعہ چنار

چنار کے قلعہ دار تاج خاں کی وفات کے بعد اس کی بیوہ لاڈو ملکہ اس قلعہ پر قابض ہو گئی۔ لیکن اس کے سوتیلے بیٹے یہ چاہتے تھے کہ وہ یہ قلعہ اور تمام مال و دولت ان کے حوالے کر دے۔ اسی اثناء میں شیر خاں نے یہ سوچا کہ اگر میں قلعہ پر قابض ہو جاؤں تو مال و دولت کے علاوہ ایک مستحکم قلعہ بھی میرے قبضہ میں آجائیگا۔ چنانچہ تھوڑی سی فوج لے کر چلا اور قلعہ سے کچھ فاصلہ پر خیمہ زن ہؤا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیئے کہ لاڈو ملکہ کے ایلچی نے اس سے ملاقات کی اور کہا کہ بیگم کی خواہش یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں تو وہ قلعہ اور ساری دولت آپ کے حوالے کر دے گی۔ یہ پیغام سن کر شیر خاں کو جس قدر خوشی ہوئی ہوگی۔ ناظرین اس کا اندازہ خود کر سکتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ شیر خاں اپنے رفقاء کو لے کر رات کے وقت چور دروازے سے قلعہ میں داخل ہؤا۔ قاضی نے نکاح پڑھایا اور صبح ہونے سے پہلے قلعہ، قلعہ والی اور ساری دولت بلا مشقت شیر خاں کے قبضہ میں آگئی۔ لاڈو ملکہ نے دیگر لوازمات کے علاوہ ایک سو پچاس رقوم جواہر بے بہا، سات من موتی اور ایک سو پچاس من سونا اور ۱۴ لاکھ روپے اپنے شوہر بلند اقبال کے قدموں پر نچھاور کر دیئے۔ یعنی اس کی بادشاہت کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ اس واقعہ کو تقدیر کا کرشمہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

ہمایوں سے آویزش کا آغاز

۱۵۳۳ء میں ہمایوں نے قلعہ چنار کا محاصرہ کیا۔ شیر خاں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن چار ماہ کے بعد ہمایوں کو خبر ملی کہ سلطان بہادر شاہ والئے گجرات اس کے مقبوضات پر حملہ کرنے والا ہے اس لئے ہمایوں نے شیر خاں سے صلح کر لی۔ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

معرکہ سورج گڑھ

جب شیر خاں قلعہ چنار کی مدافعت کر رہا تھا اس وقت حاکم بنگال نے اس کے خلاف جارحانہ اقدامات شروع کئے تھے۔ اس لئے جب اسے ہمایوں سے نجات ملی تو اس نے فوراً بنگال پر چڑھائی کی اور ۱۵۳۴ء میں سورج گڑھ کے معرکہ میں حاکم بنگال کو شکست فاش دی۔ بقول ڈاکٹر قانون گو "اس فتح نے شیر خاں کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اس معرکے میں اسے بے اندازہ دولت اور جنگی ہاتھی اور توپ خانہ یہ سب ضروری اشیاء ہاتھ آگئیں جن کی بدولت وہ ہمایوں سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے قابل ہو گیا۔"

تسخیر قلعہ رہتاس

۱۵۳۷ء میں شیر خاں نے پوری قوت کے ساتھ بنگال پر حملہ کیا۔ حاکم بنگال نے ہمایوں کو مدد کے لئے لکھا وہ خود بھی شیر خاں کی روز افزوں طاقت سے مضطرب تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ قلعہ چنار کا محاصرہ کیا۔ اس اثناء میں شیر خاں نے مغربی بنگال پر قبضہ کر لیا اور ۱۵۳۸ء میں رہتاس کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔

ہمایوں چنار کا قلعہ فتح کرنے کے بعد بنگال کی طرف روانہ ہوا۔ مگر شیر خاں گوڑ (بنگال کے دارالحکومت) کے قلعہ سے تمام مال و دولت نکال کر اپنے ساتھ لے جا چکا تھا۔ جب ہمایوں گوڑ پہنچا تو اسے قلعہ بالکل خالی ملا۔ اس اثناء میں شیر خاں نے قلعہ چنار پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور قنوج تک تمام علاقہ فتح کر لیا۔

معرکہ چوسا

ہمایوں یہ خبر سن کر بنگال سے چلا اور بمقام چوسا شیر خاں سے معرکہ آرا ہوا۔ لیکن اس معرکہ میں ہمایوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس نے بمشکل تمام دریائے گنگا میں گھوڑا ڈالا۔ لیکن طغیانی کی وجہ سے گھوڑا ران کے نیچے سے نکل گیا۔ ہمایوں نے سراسیمگی کی حالت میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ ڈوبنے والا ہی تھا کہ نظام سقے نے اس کی جان بچائی اور صحیح سلامت دوسرے کنارے پہنچایا۔ یہ وہی نظام سقہ ہے جسے ہمایوں نے ۱۵۵۵ء میں اس کی خواہش پر آدھے دن کیلئے بادشاہی عطا کی تھی۔

شیر خاں کی شرافت دیکھو! جب ہمایوں کی بیوی حمیدہ بانو اس کے سامنے آئی تو اسے دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کے لئے خیمہ نصب کرایا اور تمام عورتوں کو بحفاظت تمام آگرہ روانہ کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵۳۹ء کا ہے۔ اس فتح کے بعد شیر خاں نے جونپور پر بھی قبضہ کر لیا اور اب وہ قنوج سے لے کر گوڑ تک سارے مشرقی ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ چنانچہ چند روز کے بعد اس نے اپنی بادشاہت کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ یعنی اپنے نام کا سکہ اور خطبہ اپنی قلمرو میں جاری کر دیا۔ اور اپنا لقب سلطانِ عادل رکھا۔

معرکہ قنوج

۱۵۴۰ء میں ہمایوں نے چالیس ہزار سپاہ اور زبردست توپ خانہ ساتھ لے کر آخری مرتبہ قسمت آزمائی کی۔ لیکن قنوج کے معرکہ میں پھر شکست فاش نصیب ہوئی اور شیر شاہ کی فوج ظفر موج نے لاہور تک اس کا تعاقب کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمایوں نے ہندوستان کو خیر باد کہہ کر ایران کی راہ لی۔

تسخیر پنجاب

آگرہ اور دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ نے پنجاب کا رخ کیا اور دریائے سندھ تک فتح کر لیا۔ چونکہ اُسے گکھڑ قوم کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اس نے دریائے سندھ کے نزدیک ایک مستحکم قلعہ بنوایا۔ اور اس کا نام قلعۂ رہتاس رکھا اور اس علاقے کی حفاظت کے لئے زبردست فوج متعین کی۔

تسخیر مالوہ

۱۵۴۲ء میں شیر شاہ آگرے سے صوبۂ مالوہ فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ گوالیار پہنچا تو قلعہ دار نے خود اس کی خدمت میں حاضر ہو کر قلعہ کی کنجیاں پیش کیں۔ اس قلعہ کی تسخیر کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام صوبہ بآسانی زیر نگیں آ گیا۔

تسخیر قلعہ رائسین

یہ قلعہ بھوپال سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ یہاں کا حکمران راجہ پورن مل بہت ظالم اور عیاش تھا۔ جب اس نے چندیری کا قلعہ فتح کیا تو وہاں کے شریف مسلمانوں کی ..

کو گرفتار کرکے لایا اور انہیں رقص و سرود کی تعلیم دلوائی۔ ان لڑکیوں کے والدین نے شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی داستانِ غم بیان کی۔ اس وقت شیر شاہ تپِ محرقہ (شدید قسم کے بخار) میں مبتلا تھا۔ اس نے نماز کے بعد خدا سے دعا مانگی کہ اگر مجھے صحت ہو گئی تو میں پورن مل سے اس قومی تذلیل کا انتقام لوں گا۔ چنانچہ جب اسے صحت ہو گئی تو اس نے پوری قوت کے ساتھ اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور چھ ماہ کے بعد قلعہ فتح کر لیا۔ یہ واقعہ ۱۵۴۳ء کا ہے۔

تسخیر ملتان و سندھ

تسخیر مالوہ سے فارغ ہو کر شیر شاہ نے ملتان اور سندھ کے صوبے فتح کئے اور اپنے معتمد سپہ سالار ہیبت خاں نیازی کو شمالی ہند کا گورنر مقرر کیا۔

تسخیر مارواڑ و اجمیر

چونکہ مالدیو والئ جودھپور (مارواڑ) نے ہمایوں کی امداد کی تھی، اس لئے جب شیر شاہ نے تمام ہندوستان فتح کر لیا۔ تو راجہ کی گوشمالی کے لئے ۱۵۴۴ء میں جودھپور پر فوج کشی کی۔ راجپوتوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ بارہ ہزار سواروں نے یک لخت شیر شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر ان سے یہ غلطی ہوئی کہ جوشِ انتقام میں عقل سے بیگانہ ہو گئے۔ یعنی گھوڑوں سے اُتر پڑے اور پیادہ پا تلواریں سونت کر حملہ آور ہوئے۔ شیر شاہ کی ساری عمر میدانِ جنگ میں بسر ہوئی تھی۔ اس نے فوراً بھانپ لیا کہ راجپوت اس وقت جان کی بازی لگا چکے ہیں۔ اس وقت میری سپاہ ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس نے کمال دانشمندی سے کام لے کر ہاتھیوں کو آگے بڑھایا جنہوں نے ان بہادروں کو کچل ڈالا اور بچا کچا انہیں تیر اندازوں نے نشانہ پر رکھ لیا جو ہاتھیوں کی آڑ میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ معرکہ کی شدت اور راجپوتوں کی شجاعت کا اندازہ شیر شاہ کے اس قول سے ہو سکتا ہے کہ " برائے یک مشت باجرہ پادشاہی ہندوستان را برباد دادہ بودیم"، یعنی قریب تھا کہ ایک مٹھی باجرے کے لئے ہندوستان کی سلطنت ہی ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی۔

اس معرکے میں کامیابی کے بعد پورے راجپوتانہ میں شیر شاہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ چنانچہ اجمیر، کوہ آبو اور چتوڑ کے قلعے بآسانی فتح ہو گئے اور تمام راجپوت راجاؤں نے لاڈو ملکہ کے شوہر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

ع - یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

تسخیر کالنجر

۱۵۴۵ء میں شیر شاہ نے قلعہ کالنجر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ بندیلکھنڈ میں واقع ہے اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ جب آٹھ ماہ سے زائد ہو گئے اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو شیر شاہ نے سرنگیں بچھائیں تاکہ قلعہ کی دیوار کو بارود سے اڑایا جا سکے۔ لیکن جب بارود کو آگ دکھائی گئی تو ایک چنگاری میگزین (بارود کے ذخیرے) میں جا پڑی۔ اس دھماکے سے بہت سے سپاہی جل گئے۔ جن میں خود شیر شاہ بھی تھا۔ لوگ اسے پالکی میں ڈال کر خیمے میں لے گئے۔ جراحوں

سنه راقم الحروف نے اس قلعہ کو ۱۹۴۲ء میں دیکھا تھا۔ یہ قلعہ ایک میل طویل اور نصف میل عریض پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ فتح کے بعد شیر شاہ نے اس قلعہ میں ایک مسجد بنوائی تھی۔ اس قلعہ کے قریب حضرت شیخ فتح اللہ چشتی رح کا مزار ہے۔ جنہوں نے اپنے مرشد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رح کے ارشاد پر اس علاقہ میں چودہویں صدی عیسوی میں اسلام کی تبلیغ کی تھی۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں چشتیوں نے اسلام کی شمع نہیں روشن کی۔ ۱۲

نے حتی الامکان تیمارداری کی۔ مگر سلطان زخموں کی تاب نہ لا سکا اور دو دن کے بعد ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

آخر وقت تک سلطان کے ہوش و حواس قائم رہے۔ جو سردار اس کی عیادت کے لئے آتا تھا اس سے یہی کہتا تھا کہ میری خوشی چاہتے ہو تو قلعہ فتح کرو۔ اللہ نے اس کی یہ آخری مراد بھی پوری کر دی۔ وفات سے چند ساعت پہلے جب امراء نے فتح کی خوشخبری سنائی تو بے اختیار زبان سے نکلا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔ اس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھا اور افغانوں کی شوکت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

شیر شاہ کی سیرت

اس مختصر مضمون میں اس نامور انسان کی سیرت، شخصیت، ذاتی قابلیت، جنگی مہارت، سیاست، معاملہ فہمی، ملک گیری، کشورکشائی، ذہانت، شجاعت، عدالت، دور بینی، انتظامی صلاحیت، دینداری اور خدا ترسی کا مفصّل تذکرہ تو ناممکن ہے۔ اس لئے چند نمایاں ترین خصوصیات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

نظم الاوقات

خادموں کو حکم تھا کہ مجھے ۴ بجے سے پہلے بیدار کر دیا جائے خواہ میں کسی وقت کیوں نہ سوؤں۔ بیدار ہو کر غسل کرتا تھا اور تہجد کی نماز پڑھتا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر اہم معاملاتِ ملکی کا تصفیہ کرتا تھا اور وزرائے سلطنت کی اطلاعات کا مطالعہ کرتا تھا۔ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ اس کے بعد امرائے سلطنت کو باریابی کا موقع دیتا تھا۔ مصلّے پر درود و وظائف بھی پڑھتا رہتا تھا اور احکام نافذ کرتا رہتا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد نمازِ اشراق پڑھتا تھا۔ اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر فوج کا معائنہ کرتا تھا۔ اس کے بعد دربار عام میں رعایا کی دادرسی کرتا تھا۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت پڑھتا تھا۔ بعد نمازِ مغرب علماء کی مجلس منعقد کرتا تھا۔ علامہ رفیع الدین میرِ مجلس ہوتے تھے۔ ان کا بہت ادب کرتا تھا اور تمام دینی معاملات میں انہی کے مشورے پر عمل کرتا تھا۔ رات کا کھانا بھی علماء کے ساتھ کھاتا تھا اور عشاء کی نماز کے بعد فوراً سو جاتا تھا۔

عدالت

اس نے سلطانِ عادل کا لقب اختیار کیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ عدالت کی قبا اس کے جسم پر راست آتی تھی۔ صرف دو واقعے کافی ہوں گے:۔

(۱) ایک دن اس کا بیٹا عادل خاں ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں جا رہا تھا۔ ایک بقال کی بیوی اپنے آنگن میں نہا رہی تھی شہزادے نے اس کی طرف پان کا بیڑا پھینکا۔ جب شام کو بنیا گھر آیا تو اس شریف عورت نے رو رو کر یہ ماجرا بیان کیا بقال دوسرے دن شیر شاہ کی بارگاہِ عدل میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کے دستور کے مطابق اپنی پگڑی بادشاہ کے قدموں میں رکھ دی۔ شیر شاہ سمجھ گیا کہ اس پر ظلم ہوا ہے۔ فوراً کہا جس نے تمہیں دکھ پہنچایا ہے۔ بےخوف و خطر اس کا نام بتاؤ، بقال نے کہا حضور! وہ شخص جس نے میری بے عزتی کی ہے آپ کا بیٹا عادل خاں ہے ....

شیر شاہ نے اسی وقت عادل خاں کو طلب کیا اور جب اس نے اس واقع کی تصدیق کر دی تو شاہ معدلت پناہ نے حکم دیا، عادل خاں کی بیگم اسی آنگن میں برہنہ ہو کر نہائے گی اور یہ بقال اسی ہاتھی پر سوار ہو کر شیر شاہ کی بہو کی طرف پان کا

بیڑا پھینکے گا۔"

یہ حکم .... یہ شیر شاہی حکم۔ یہ اسلامی فیصلہ سن کر سارے دربار میں سناٹا چھا گیا ...... اور عادل خاں پر تو سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ دو منٹ کے بعد پھر شیر شاہ کی آواز دربار میں گونجی "اس حکم کی تعمیل اسی وقت کی جائے گی"

یہ سن کر وہ بقال بادشاہ سے یوں گویا ہوا " عالی جناب! میں نے انصاف حاصل کر لیا۔ چونکہ میں بادشاہ سلامت کی بہو کو اپنی بہو سے بھی بڑھ کر محترم سمجھتا ہوں اس لئے میں بڑی خوشی سے عادل خاں کو معاف کرتا ہوں "

(ب) شیر شاہ نے نواب شجاعت خاں صوبیدار مالوہ کو حکم دیا کہ بارہ ہزار ایکڑ زمین اُن سپاہیوں میں تقسیم کر دی جائے جو سرحد کی حفاظت پر متعین ہیں۔ نواب کے خوشامدی مصاحبوں نے کہا " حضور! خود کل آراضی پر قبضہ کریں تو بہتر ہے" جب سپاہیوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک شخص کو اپنا وکیل مقرر کر کے شیر شاہ کے دربار میں بھیجا جائے۔ ابھی وہ وکیل آگرہ پہنچا بھی نہ تھا کہ شیر شاہ کے جاسوسوں نے اس واقع کی اطلاع اسے پہنچا دی۔ چنانچہ بادشاہ نے شجاعت خاں کو فرمان لکھا کہ سپاہیوں کو راضی کرو۔ ورنہ جاگیر ضبط، عہدے سے برطرفی اور دو سال قید سخت "

یہ فرمان پڑھ کر شجاعت کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں تلے زمین سرک گئی۔ فوراً سپاہیوں کے پاس آیا اور قسم کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اسی وقت زمین عطا کرتا ہوں مجھے معاف کر دو اور راضی نامہ کر لو! جب سپاہ راضی ہو گئے تو اس نے مالوے کے تمام مزاروں پر چادریں چڑھائیں۔ تمام مسجدوں میں چراغاں کیا اور کئی ہزار درہم مساکین میں تقسیم کئے۔ جان بچی لاکھوں پائے!

انتظام ملکی امن وامان کا یہ عالم تھا کہ ایک سوداگر لاہور سے آگرے تک تنہا سفر کر سکتا تھا۔ اور رات کے وقت اپنی ہمیانی سر تلے رکھ کر سو سکتا تھا۔ یہ بات انگریزوں کے زمانے میں بھی ناممکن تھی اور آج بھی ناممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیر شاہ نے یہ قانون نافذ کر دیا تھا کہ اکا دکا مسافر یا کارواں جس زمیندار کے علاقہ میں لٹے گا، اس کی پوری ذمہ داری اس زمیندار پر ہو گی۔

تعلیمی وظائف چونکہ خود علم دوست تھا اس لئے ساری قلمرو میں مدارس اور مکاتب قائم کر دیئے۔ ہر مدرس اور ہر طالبعلم کا مرتبہ کے مطابق وظیفہ مقرر کیا۔ تعلیم عام اور لازمی تھی۔ کسی مدرسہ میں طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی علماء، صلحاء اور ائمہ کو جاگیریں عطا کیں۔ ہر مسجد کے لئے جائداد وقف کی۔ مسجد کے ہر امام کے لئے شہسواری اور تیر اندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہونا لازمی تھا۔ نمازیوں کے لئے ہر نماز کے بعد تیر اندازی کی مشق لازمی تھی۔

غیروں کا اعتراف تمام غیر مسلم (ہندو اور عیسائی) مؤرخین نے شیر شاہ کی مدح وثنا کی ہے۔

(۱) ڈاکٹر مہاجن اور ڈاکٹر سیٹھی نے لکھا ہے کہ شیر شاہ فولادی ارادے کا مالک تھا۔ نہایت متقی اور پرہیز گار انسان تھا۔ معرکہ چوسا کے بعد جس قدر بیگمات، خواتین اور کنیزیں گرفتار ہوئیں۔ اس نے ان سب کو بڑی عزت کے ساتھ آگرے پہنچایا۔ دشمن کی عورتوں کے ساتھ یہ سلوک ہر شخص نہیں کر سکتا۔

(۲) ارسکائن لکھتا ہے کہ اس میں حکمرانی سے زیادہ رعایا کی حفاظت کا جذبہ کارفرما تھا۔

(۳) مسٹر کین نے لکھا ہے کہ حکمرانی میں جس دانشمندی کا اظہار اس پٹھان نے کیا ہے انگریزوں سے بھی نہ ہو سکا۔

(۴) ونسنٹ اسمتھ لکھتا ہے کہ اگر شیر شاہ دس پندرہ سال اور زندہ رہتا تو ہمایوں کو دوبارہ کامیابی نصیب نہ ہوتی۔

(۵) ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتا ہے کہ اس نے ایسی عظیم الشان فوج تیار کی تھی جس کی وجہ سے اس کے ہمعصروں کے دلوں میں ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ اس کے زیر کمان ڈیڑھ لاکھ سوار ہر وقت آمادۂ پیکار رہتے تھے۔

(۶) ڈاکٹر تیرپاٹھی لکھتا ہے کہ اگر شیر شاہ کو حکمرانی کی طویل مدت میسر آجاتی تو وہ اکبر سے بھی بڑھ جاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دلی کے مدبر ترین سلاطین میں سے تھا۔

(۷) پروفیسر ثمر مالکھتا ہے کہ اس نے اس قلیل مدت میں ملک کا بہترین انتظام کیا۔ سڑکیں بنوائیں، قلعے تعمیر کرلئے، مدرسے قائم کئے، شفاخانے بنوائے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

(۸) سر وولزلے ہیگ لکھتا ہے کہ بلاشبہ اس سے بڑا بادشاہ دلی کے تخت پر نہیں بیٹھا۔ ایبک سے لے کر اورنگ زیب تک کسی بادشاہ کو اس سے بڑھ کر نظم ونسق ملکی سے آگاہی نہ تھی۔ اس کے عہد میں ایک ضعیفہ راستہ میں سونا اچھالتی ہوئی سفر کر سکتی تھی۔ وہ نہایت متقی اور پارسا تھا اور اکبر سے زیادہ عقلمند تھا کیونکہ اس نے روحانی پیشوا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کے نافذ کردہ بہت سے قوانین اکبر نے اپنے آئین میں شامل کر لئے۔ مگر از راہ تعصب اس بات کا اعتراف نہیں کیا۔
چونکہ ہندوستان کی تاریخ مغلوں کے حاشیہ برداروں نے لکھی اس لئے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔

(۹) ڈاکٹر موجمدار لکھتا ہے کہ اگرچہ شیر شاہ بہت متقی اور خدا ترس مسلمان تھا مگر اس میں تعصب بالکل نہیں تھا۔ اس کی نگاہ میں ہندو اور مسلمان دونوں یکساں تھے۔ اس نے ہندوؤں کو ہر محکمے میں اعلیٰ عہدے عطا کئے۔ برہم جیت گوڑ اس کے بہترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ وہ اپنی ذاتی خوبیوں کی بنا پر ایک جاگیردار کے مرتبے سے ترقی کر کے ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔